مقتلِ ابی مخنف وقیام مختار
محمد علی بک ایجنسی
جامع مسجد و امامبارگاہ امام الصادقؑ G-9/2
اسلام آباد فون نمبر 0333-5121442

مقتلِ ابی مخنف

وقیام مختار

ترجمہ

سیّد تبشّر الرضا کاظمی

محمد علی بک ایجنسی

جامع مسجد وامامبارگاہ امام الصادق G-9/2

اسلام آباد۔ فون 0333-5121442

نام کتاب	:	مقتل ابی مخنف وقیام مختار
مترجم	:	سید تبشر الرضا کاظمی
کمپوزنگ	:	الفا کمپوزنگ پوائنٹ گوالمنڈی، راولپنڈی
طباعت	:	اسد پرنٹنگ پریس راولپنڈی
بار چہارم	:	مارچ 2004ء
تعداد	:	ایک ہزار
قیمت	:	100 روپے

ملنے کا پتہ

محمد علی بک ایجنسی

جامع مسجد وامامبارگاہ امام الصادق G-9/2

اسلام آباد۔ فون 0333-5121442

جو پانی سے بھرا تھا۔ دو روز کی پیاس تھی۔ دن میں جنگ میں اور رات کو عبادت خدا میں مصروف رہے۔ جناب مسلمؑ نے ایک شخص سے کہا۔ ''مجھے ایک گھونٹ پانی دے دو۔ اگر زندہ بچ گیا تو تمہیں اس کا معاوضہ دوں گا۔ اگر مار دیا گیا تو پیغمبرؐ اس کا تدارک کر دیں گے''۔ اس شخص نے جناب مسلمؑ کو پانی دے دیا۔ پیالہ ہونٹوں سے لگایا تھا کہ دندان مبارک اسی پیالے میں گر گئے۔ جناب مسلمؑ نے پانی واپس کرتے ہوئے کہا کہ اب مجھے پانی کی ضرورت نہیں رہی''۔

اس کے بعد انہیں ابن زیاد ملعون کے پاس لے جایا گیا۔ اس ملعون نے نہایت تکبر و غرور سے انہیں دیکھا تو جناب مسلمؑ نے کہا۔ ''سلام اس پر ہو جو ہدایت کے راستے پر چل رہا ہو۔ خداوند تعالیٰ کی اطاعت اختیار کئے ہوئے ہو اور آخرت کو پیش نظر رکھے''۔ ابن زیاد یہ سن کر مسکرا دیا اس کے ایک محافظ نے جناب مسلم سے کہا۔ ''آپ نہیں دیکھتے کہ امیر آپ پر ہنس رہا ہے۔ آپ نے یہ کیوں نہ کہا کہ اے امیر تجھ پر سلام ہو''۔

حضرت مسلمؑ نے جواب دیا۔ ''خدا کی قسم! میں سوائے حسین علیہ السلام کے کسی کو اپنا امیر نہیں جانتا۔ ابن زیاد کو امیر کہہ کر وہ سلام کرے جو اس سے ڈرتا ہو''۔

ابن زیاد بولا۔ ''سلام کرو یا نہ کرو۔ اس سے فرق نہیں پڑتا۔ آج آپ کی موت یقینی ہے''۔ جناب مسلمؑ نے کہا۔ ''اگر مجھے قتل کرنے کا فیصلہ کر ہی لیا ہے تو اہل قریش میں سے کسی شخص کو میرے پاس بھیجو کہ میں اپنی وصیت کر سکوں''۔ یہ سن کر عمر سعد اٹھ کر ان کے پاس آیا۔

حضرت مسلمؑ کی وصیت

میری پہلی وصیت یہ ہے کہ خدا لاشریک ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور پیغمبر ہیں اور علی علیہ السلام خدا کے ولی ہیں۔

دوسری وصیت یہ ہے کہ میری یہ زرہ فروخت کر کے ایک ہزار درہم میرا اس شہر والوں کو قرضہ ہے وہ ادا کر دیا جائے۔

تیسری وصیت۔ میرے آقا حسین علیہ السلام کو یہ خط لکھ دیں کہ وہ وطن

واپس چلے جائیں کیونکہ مجھے خبر ملی ہے کہ وہ عورتوں اور بچوں کے ساتھ اپنا وطن چھوڑ چکے ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ بھی میری طرح مصیبت میں گرفتار نہ ہو جائیں۔

عمر سعد نے کہا۔ "آپ کی خدا اور رسول کی شہادتوں کے ہم گواہ ہیں۔ دوسرے زرہ فروخت کر کے قرضہ ادائیگی کا ہمیں اختیار ہے۔ اس پر چاہیں گے تو عمل کریں گے ورنہ نہیں۔ البتہ حسین کو ہمارے پاس آنا چاہیئے۔ تا کہ ہم انہیں ستا ستا کر ماریں اور موت کا مزا چکھائیں"۔ اس نے ابن زیاد کے سامنے جناب مسلمؑ کی وصیتیں بیان کیں۔ ابن زید بولا۔ "خدا تجھے برباد کرے۔ خوب راز داری میں امانت کا ثبوت دیا ہے۔ خدا کی قسم اگر ان کا ایسا راز میرے پاس ہوتو میں ہرگز اس کا اظہار نہ کروں اور ان کی ساری خواہشیں پوری کروں جبکہ تم نے جناب مسلمؑ کی وصیت کو اس طریقہ سے ظاہر کیا ہے۔ کہ اب سوائے تمہارے حسینؑ سے جنگ کے لیے اور کوئی نہ جائے گا۔"

شہادت حضرت مسلمؑ

اس کے بعد ابن زیاد نے یہ حکم دیا کہ جناب مسلمؑ کو دار الامارہ کی چھت پر لے جا کر زمین پر گرا دو۔ جب انہیں چھت پر لے گئے تو آپ نے فرمایا کہ مجھے دو رکعت نماز کی مہلت دے دو۔ اس کے بعد جو چاہو کرنا۔ جلاد نے کہا۔ یہ نہیں ہو سکتا جناب مسلمؑ پر گریہ طاری ہو گیا اور وہ یہ اشعار پڑھنے لگے۔

"خدایا! اس ظلم کے بدلے میں ان ملعونوں کو بدترین لوگوں والی سزا دے۔ بلکہ سب سے زیادہ نافرمان اور سرکشوں والی سزا کہ انہوں نے ہمارا حق غصب کیا ہے اور ہمارے خلاف جنگ کی ہے ان کا مقصد صرف اور صرف ہمیں ذلیل و رسوا کرنے کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے۔ ہم پر حملے کرتے ہیں۔ قتل کرتے ہیں اور ہمارے حق اور خون کا لحاظ نہیں کرتے۔ ہم رسولؐ خدا کی اولاد ہیں کہ مخلوق میں ہماری مثال نہیں۔ پیغمبری کہ تیرے مذہب کا ایک بڑا رکن ہے برباد ہونے والی نہیں۔ (اے ابن زیاد) قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تمہارا اتنا بڑا لشکر نہ ہوتا تو آل

زرہ کو ہاتھ میں لیے ہوئے ہے۔ اگر تو بنی اسد کے لوگوں میں سے ہوتا تو ان کی قدر ومنزلت جانتا۔ اور ایسے میں پیغمبر کو قیامت میں اپنا شفیع بناتا"۔

امام حسین علیہ السلام کی مدینہ واپسی۔ مدینہ کے کوفہ جیسے حالات

جب جناب مسلمؑ اور ہانی کو شہید کر چکے اور امام حسین علیہ السلام کو ان کی کوئی خبر نہ ملی تو امام حسین علیہ السلام کو سخت پریشانی ہوئی۔ امام حسینؑ نے اپنے اہل خاندان کو جمع کیا اور ان کو اپنی پریشانی سے آگاہ کیا اور مدینہ واپسی کا حکم دیا۔ لہٰذا سب لوگ مدینہ واپس آ گئے۔

امام حسین علیہ السلام کا خواب

حضرت امام حسین علیہ السلام پیغمبر خداؐ کی قبر پر آ کر بغلگیر ہو گئے اور بہت روئے۔ اس دوران آپ کی آنکھ لگ گئی۔ خواب میں اپنے جد کو دیکھا جو فرماتے تھے۔ "بیٹا جلدی کرو! جلدی سے میرے پاس پہنچ جاؤ۔ میں تمہارا بہت مشتاق ہوں"۔

حضرت امام حسین علیہ السلام پریشانی کے عالم میں اپنے جد سے ملاقات کا شوق لیے ہوئے بیدار ہوئے۔

امام حسین علیہ السلام کی اپنے بھائی محمد بن حنفیہ سے گفتگو

امام حسین علیہ السلام محمد بن حنفیہ کے پاس آئے اور انہیں اپنے ارادے سے آگاہ کیا اور کہا۔ "میرا عراق جانے کا ارادہ ہے اور میں اپنے چچازاد بھائی مسلمؑ کے لیے بہت پریشان ہوں"۔

محمد حنفیہ نے کہا۔ "میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ آپ ان لوگوں کے پاس نہ جائیں جنہوں نے آپ کے بابا کو قتل کر دیا اور آپ کے بھائی سے چالبازی کی۔ اپنے جد کی قبر کے پاس رہیں۔ اگر ایسا نہیں کرتے تو خداوند تعالیٰ کے حرم (مکہ) چلے جائیں۔ وہاں آپ کے بہت ہمدرد دوست ہیں"۔ آپ نے فرمایا۔ "عراق جانے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں ہے۔"

محمد حنفیہ نے کہا۔ "یہ میرے لیے بہت صدمہ کی بات ہے"۔ اس کے بعد رو کر کہنے لگے۔ "مجھ میں اب نیزہ و تلوار پکڑنے کی طاقت نہیں رہی۔ میں آپ کے بعد راحت سے نہیں رہوں گا"۔ یہ کہہ کر امام حسین علیہ السلام کو اس طرح الوداعی کلمات کہے۔ "اے شہید مظلوم! تجھے خدا کے سپرد کرتا ہوں"۔

امام حسین علیہ السلام ہشام اور عبداللہ بن عباس کی گفتگو

ہشام و عبداللہ بن عباس حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے۔ ابن عباس کہنے لگے۔ "اے میرے برادر عم! مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کا عراق جانے کا ارادہ ہے؟"۔ آپ نے فرمایا۔ "ہاں ایسا ہی ارادہ ہے"۔ ابن عباس نے کہا۔ "اے برادر عم! آپ ایسے لوگوں کے پاس جا رہے ہیں جنھوں نے آپ کے والد کو شہید کیا اور بھائی سے دغابازی کی۔ میرا محسوس کرتا ہوں کہ آپ کے ساتھ دغابازی کریں گے۔ میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ یہاں سے نہ جائیں"۔ لیکن امام حسین علیہ السلام ان کی اس بات پر رضامند نہ ہوئے۔

عبداللہ بن زبیر کی امام حسین علیہ السلام سے گفتگو

عبداللہ بن زبیر امام حسین علیہ السلام کے پاس آیا اور ان سے کچھ دیر تک یوں گفتگو کرتا رہا۔ "میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ ہم نے اس خلافت کے منصب پر غیروں کو قبضہ کرنے کی اجازت کیوں دی ہے؟"۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ "اہل کوفہ کے بزرگوں اور شیعوں نے مجھے خط لکھا کر وہاں آنے کی درخواست کی ہے"۔ یہ سن کر عبداللہ بن زبیر وہاں سے چلا گیا۔

عبداللہ بن عباس کی دوسری بار گفتگو

اگلے روز عبداللہ بن عباس دوبارہ آئے اور عرض کی۔ "آپ سے برائے خدا یہ درخواست ہے کہ اگر حتماً سفر کا ارادہ کر ہی لیا ہے تو حجاز یا یمن کی طرف چلے جائیں کہ وہاں پر قلعے اور محفوظ درے موجود ہیں"۔ لیکن امام حسین علیہ السلام نے

لیے دیا۔ مجھے مسلم بن عقیلؑ کی طرف سے ایک خط ملا تھا جس میں نیک نیتی سے میری مدد کرنے کے لیے آپ لوگوں کی آمادگی کا اظہار تھا۔ میں اپنے اور آپ کے لیے خدا سے انجام بخیر ہونے کا طالب۔ میں اپنے خاندان اور دوستوں کے ہمراہ آپ کی طرف آ رہا ہوں۔ جونہی میرا یہ خط ملے اپنا ارادہ مجھے لکھ بھیجیں۔ والسلام۔

امام حسین علیہ السلام کے ایلچی کی گرفتاری اور شہادت

قیس بن مسہر صیداوی خط لے کر کوفہ روانہ ہو گئے۔ جونہی قادسیہ پہنچے ،حصین بن نمیر نے انہیں گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس پہنچوا دیا۔ ابن زیاد ملعون نے قیس کو کہا کہ تم منبر پر جا کر کاذب کے بیٹے کاذب (معاذ اللہ امام حسینؑ) کی بدگوئی بیان کرو۔

قیس منبر پر گئے۔ خدا کی حمد وثناء اور پیغمبرؐ پر درود بھیج کر کہا۔ ''اے لوگو! میں امام حسینؑ سے مقام حاجز (بطن الرملہ) پر الگ ہوا ہوں۔ انہوں نے مجھے بطور ایلچی آپ کی طرف بھیجا ہے۔ لہٰذا آپ لوگ انہیں خوش آمدید کہیں''۔ اس کے بعد یزید اور ابن زیاد پر لعنت کی اور امام حسینؑ ان کے جد اور پدر بزرگوار پر درود بھیجا۔ ابن۔ زیاد نے اسے محل کی چھت سے گرا دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ اسے چھت پر لے جا کر گرا دیا گیا اور اس کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ خداوند تعالیٰ کی رحمت اس کی پاک روح کے ساتھ ہو۔

جناب مسلمؑ کی شہادت کی خبر

عدی بن حرملہ عبدرب کے حوالے سے نقل کرتا ہے کہ ہم مکہ معظمہ میں مناسک حج ادا کرنے میں مصروف تھے۔ ہمارا ارادہ اس کے بعد امام حسین علیہ السلام سے ملنے کا تھا۔ چنانچہ ہم آپ کے پاس پہنچ گئے اور ان سے کہا اے ابا عبداللہ ان دو سواروں کو آپ دیکھتے ہیں۔ فرمایا۔ ہاں۔ عرض کی۔ یہ دونوں وثوق سے کہتے ہیں کہ ہمارے کوفہ سے روانہ ہونے سے پہلے مسلم بن عقیلؑ اور ہانی بن عروہ کو شہید کر دیا گیا تھا اور ان کے سر گلی کوچوں میں پھرائے جا رہے تھے۔ امام

نے اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر کہا۔ خدا ان دونوں پر اپنی رحمت اور بخشش کرے۔ ہم نے عرض کیا۔ اے ابا عبداللہ! آپ کو خدا کا واسطہ دیتے ہیں کہ آپ اسی جگہ سے واپس ہو جائیں کیونکہ کوفہ میں آپ کا کوئی یار و مددگار موجود نہیں۔ حضرت نے فرمایا۔ ان دلیروں کے مرنے کے بعد زندگی میں کوئی لطف باقی نہیں رہا۔ ہمیں اس بات سے اندازہ ہوا کہ امامؑ آگے جانے کے لیے تیار ہیں۔ چنانچہ وہ رات وہیں پر رہے۔ علی الصبح امامؑ نے اپنے جوانوں سے کہا کہ زیاد مقدار میں پانی اپنے ساتھ لے لیں اور گھوڑوں کو بھی سیراب کر لیں۔ حکم کی تعمیل کی گئی۔

امام حسین علیہ السلام کا خطبہ اور اپنی شہادت کی خبر دینا

امام حسین علیہ السلام کے سفر کی ہر اگلی منزل میں ساتھیوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ زبالہ کے مقام پر آپ نے قیام کیا اور ہمراہیوں کو خطاب کیا۔ خدا کی حمد اور رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنے کے بعد بلند آواز میں اس طرح کلام کرنا شروع کیا۔

"اے لوگو! میں نے تمہیں یہ کہہ کر اکٹھا کیا تھا کہ عراق کے لوگ میرے مطیع ہیں لیکن اب صحیح خبر ملی ہے کہ مسلم بن عقیلؑ اور ہانی بن عروہ قتل ہو چکے ہیں اور ہمارے شیعوں کو ذلیل وخوار کیا جا رہا ہے۔ لہٰذا ہر جوان جو نیزہ شمشیر کھا کر صبر کر سکے وہ ساتھ رہے ورنہ یہاں سے واپس چلا جائے۔ میں اس پر سے اپنا حق اٹھاتا ہوں۔

لشکر امامؑ میں کمی

یہ سن کر مجمع پر خاموشی طاری ہوگئی۔ کئی لوگ ایک ایک کر کے دائیں بائیں نکل گئے یہاں تک کہ صرف اپنے اہل بیت اور خاص دوست باقی رہ گئے۔ وہ سب یہ کہتے تھے۔ خدا کی قسم ہم کبھی بھی واپس نہیں پھریں گے۔ یا تو ان کے خون کا انتقام لیں گے یا خود موت کو گلے لگا لیں گے۔ یہ سب لوگ ستر (۷۰) سے کچھ زیادہ تھے جو مکہ سے حضرتؑ کے ساتھ چلے آ رہے تھے۔ کیونکہ وہ یہ سمجھتے تھے

امام حسین علیہ السلام کی حر کے لشکر سے گفتگو

حرامام حسین علیہ السلام کے ساتھ ساتھ رہا۔ یہاں تک کہ نماز کا وقت ہوگیا۔ دونوں لشکروں والوں نے امام حسین علیہ السلام کے پیچھے نماز ادا کی۔ اس کے بعد امام علیہ السلام بلند مقام پر کھڑے ہوئے۔ خدا کی حمد اور اپنے جد پر صلوات بھیج کر یوں فرمایا۔

"خداوند تعالیٰ کی نظر میں اور تم لوگوں کی نزدیک اس وقت تک کوئی ذمہ داری نہ تھی جب تک تمہارے خطوط مجھے نہ ملے۔ جن میں تم لوگوں نے لکھا تھا کہ آپ ہمارے پاس آئیں۔ آپ کا نفع ہمارا نفع ہے۔ اور آپ کا مخالف ہمارا مخالف (دُشمن) ہے اور آپ کے علاوہ ہمارا کوئی اور امام نہیں ہے۔ اب اگر میرا یہاں آنا آپ کو پسند نہیں تو میں واپس چلا جاتا ہوں اور جہاں چاہوں گا چلا جاؤں گا"۔

حر نے کہا۔ خدا کی قسم میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جنہوں نے آپ کو خط لکھا۔ حضرت نے عقبہ بن سمعان سے کہا۔ دو خواجیں جو خطوں سے بھری ہوئی ہیں لے آؤ۔ حضرت نے خطوط نکال کر ان لشکر والوں کو پڑھ کر سنائے۔ حر کہنے لگا۔

جن لوگوں کے یہ خط ہیں ان میں سے کسی کو نہیں جانتا۔ میں تو فقط اس امر کا پابند ہوں کہ آپ کو کوفہ پہنچائے بغیر آپ سے جدا نہ ہوں"۔ حضرت نے فرمایا اس سے پہلے تجھے موت آجائے گی"۔

امام حسین علیہ السلام کا واپسی کا آخری ارادہ

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے سواروں کو واپسی کا حکم دیا لیکن حر کے لشکر نے آپ کا راستہ روک لیا۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ وائے ہو تم پر۔ تو چاہتا کیا ہے؟ حر نے پھر وہی دوہرایا کہ میں آپ سے اس وقت تک الگ نہ ہوں گا جب تک کوفہ نہ پہنچا دوں۔ بہر حال کافی ردوکد کے بعد حر اس بات پر رضا

مند ہوا کہ نہ مدینہ جائیں اور نہ ہی کوفہ کی راہ لیں بلکہ اس کے درمیان کوئی تیسرا راستہ اختیار کریں تا کہ میں ابن زیاد کو خط لکھ سکوں کہ مجھے اس کام سے الگ کردے۔ چنانچہ امام خود ایک راستے میں چل پڑے۔ حران کے ساتھ چلتا رہا اور کہتا تھا۔ ''اے اباعبداللہ! خدارا اپنی جان کی حفاظت کریں۔ خدا کی قسم اگر آپ نے جنگ کی تو آپ مارے جائیں گے''۔

حضرت نے فرمایا۔ تو مجھے موت سے ڈراتا ہے۔ پھر یہ اشعار زبان پر لائے۔

''میں پیش قدمی جاری رکھوں گا۔ موت بہادر آدمی کے لیے باعث ننگ و عار نہیں ہے۔ جب نیک نیتی اور پاک وصاف دل کے ساتھ خدا کی راہ میں نیک لوگوں کی مدد کے ساتھ اس لیے جنگ کی جائے کہ مردود و مجرم سے چھٹکارہ ملے گا۔ اگر زندہ رہ جاؤں تو کوئی پشیمانی نہ ہوگی اور اگر موت آجائے تو کوئی ملامت نہ ہوگی۔ ذلت کی زندگی پر زندہ رہنے کے لیے تو ہی کافی ہے''۔

حر یہ اشعار سن کر ذرا فاصلے سے ہو کر چلنے لگا۔ یہاں تک کہ ''عذیب الہجابات'' کی منزل پر پہنچ گئے۔ یہاں پر چار نفر اطراف کوفہ سے خدمت امام میں آئے۔ ان کے نام نافع ابن ہلال مرادی۔ عمر وصیداوی۔ سعید بن ابو ذر غفاری اور عبیداللہ مذحجی بیان کئے گئے ہیں۔ ان کو دیکھ کر طرماح نے جو امام حسین علیہ السلام کا شتربان تھا' امام کے اونٹ کی باگ تھامی اور یہ اشعار پڑھے۔

''اے میرے شتر میرے ہانکنے پر ناراضگی کا اظہار نہ کر۔ صبح ہونے سے پہلے بہترین سوار کو بہترین منزل پر جلد پہنچا دے تا کہ تو نہایت عزت کے ساتھ اپنے مقام پر پہنچے (تیرے سوار) صاحب فضیلت اور کشادہ سینہ والے ہیں۔ خدا انہیں جزائے خیر دے۔ وہ امیر المومنینؑ کے پسر اور روز قیامت عذاب سے شفاعت کرنے والے کے فرزند ہیں۔ اے نفع و نقصان کے مالک خدا۔ میرے آقا حسین علیہ السلام کو فتح نصیب کر اور نسل سحر (ابوسفیان) اور ابن زیاد زنا کار ابن زنا کار کے مقابلے میں ان کی مدد فرما''۔

حر نے ان چار اصحاب حسین علیہ السلام کی آمد پر اعتراض کیا۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ کیا تو نے مجھ سے یہ وعدہ نہیں کیا ہے؟ کہ میرے اصحاب میں سے کسی پر معترض نہ ہوگا۔ یا تو اپنے عہد پر قائم رہ ورنہ میں تجھ سے جنگ کے لیے تیار ہوں۔ حر اس بات پر راضی ہوگیا۔

کوفہ سے آخری اطلاع

امام علیہ السلام نے ان چار اشخاص سے پوچھا کہ کوفہ کا کیا حال ہے؟ انہوں نے کہا۔ ''اے فرزند رسولؐ! تمام شرفاء کوفہ کو مال و منال کے چکر میں جکڑ لیا گیا ہے۔ ان کے دل آپ کے ساتھ ہیں اور ان کی تلواریں آپ کے مخالف ہیں۔

آپ نے اپنے ایلچی قیس بن مسہر کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ حصین بن نمیر نے اسے گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس پہنچا دیا تھا اور اس نے شہید کر دیا۔ یہ سن کر امام رونے لگے اور یہ آیت تلاوت کی۔ ''**فمنهم م قضیٰ نحبه ومنهم من ينتظر و مابدلو اتبديلاo**''

(سورۃ الاحزاب ۳۳۔ آیت ۲۳) (ترجمہ) ''کچھ لوگ دُنیا سے جا چکے ہیں اور کچھ ابھی منتظر ہیں۔ یہ ہرگز نہ بدلیں گے۔'' اس کے بعد فرمایا۔ ''خداوندا اس کا اور ہمارا مقام بہشت قرار دے اور ہمیں اپنی رحمت کے سایہ میں اکٹھا رکھ۔ یا خدائے ارحم الرحمین''۔

جاں نثاروں کی محفل میں غیر کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔

ایسے ہی منزلیں طے کرتے ہوئے امامؑ حر کے ساتھ ساتھ ''قصر بنی مقاتل'' تک پہنچ گئے۔ وہاں ایک خیمہ لگا ہوا دیکھ کر حضرت نے پوچھا۔ یہ خیمہ کس کا ہے؟ لوگوں نے کہا۔ ایک ڈاکو عبداللہ جعفی کا ہے۔ حضرت نے اسے اپنے پاس بلوایا اور کہا۔ کیا تم چاہتے ہو کہ تمہیں توبہ کا ایسا راستہ بتاؤں کہ تمہارے گناہ معاف ہو جائیں؟ اس نے کہا۔ وہ کونسا راستہ ہے اے فرزند پیغمبر؟ فرمایا۔ ہم اہل بیت کو دوست رکھ۔ کہا۔ میں کوفہ سے محض اس خوف کی وجہ سے نکلا ہوں کہ کہیں ابن زیاد

کے لشکر کے ساتھ آپ سے جنگ کرنی پڑ جائے۔ لہٰذا یہ گھوڑا لے لیں کہ اس پر جہاں کہیں تک میں نے آنا تھا آ گیا ہوں اور محفوظ ہو گیا ہوں۔ یہ مرا نیزہ اور کاٹنے والی تلوار لے لیں اور مجھے یہیں چھوڑ دیں۔

حضرت نے فرمایا اگر تجھے ہم سے زیادہ اپنی جان پیاری ہے تو ہمیں تیرے مال کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد حضرت نے یہ آیت تلاوت کی۔ وما کنت متخذ المضلین عضداً (کہف ۱۸۔ آیت ۵۱) یعنی "گمراہوں کو میں اپنا مدد گار نہیں بناتا"۔ میں نے اپنے جد رسول خداؐ سے سنا ہے کہ جو شخص ہم اہل بیت کی فریاد پر نہ آئے گا تو اللہ روز قیامت اسے جہنم میں ڈال دے گا۔

امام حسین علیہ السلام وہاں سے کوچ کر گئے لیکن عبداللہ جعفی اپنی کوتاہی پر پشیمان ہوا۔ اپنے ہاتھ پر ہاتھ مار کر کہتا تھا۔ "میں نے کون سا کام صحیح کیا ہے؟" یہ اشعار پڑھتا تھا۔

"جب تک تو زندہ ہے یہ حسرت باقی رہے گی کہ مجھے اپنے سینہ (دل) اور گردن بچانے میں تردو ہے۔ حسینؑ جیسا مجھ ایسے سے اپنے شقی دُشمن کے مقابلے میں مدد مانگتا ہے۔ اس پر میری جان قربان ہو جائے۔ افسوس کہ جس روز وہ مجھ سے جدا ہوئے اگر میں آپ پر اپنی جان قربان کر دیتا تو قیامت کے روز خلاصی پا جاتا۔ جنہوں نے امام حسین علیہ السلام کی مدد کی وہ نجات پا گئے۔ دوسرے جو منافق تھے وہ نقصان اٹھا گئے"۔

امام حسین علیہ السلام کا خواب

امام حسین علیہ السلام منزلیں طے کرتے رہے۔ ایک مقام پر آپ پر غنودگی طاری ہو گی۔ بیدار ہوئے تو فرمایا۔ "انا للہ وانا الیہ راجعون"۔

آپ کے فرزند علی اکبر نے قریب آ کر عرض کی۔ بابا یہ استرجاع کے کلمات کیوں فرما رہے ہیں؟ خدا آپ کو ہر مصیبت سے بچائے"۔

حضرت نے فرمایا۔ "بیٹا میں نے غنودگی کے عالم میں ایک سوار کو دیکھا جو کہہ رہا تھا۔ اس قافلے والوں کے پیچھے پیچھے موت بھی جاری ہے"۔

بیٹے نے کہا "بابا کیا ہم حق نہیں ہیں؟"۔

فرمایا۔ "خدا کی قسم ہم حق پر ہیں"۔

عرض کی۔ "اگر ایسا ہے تو پھر ہمیں کوئی خوف نہیں ہے"۔

ابن زیاد کا حر کے نام تہدیدی خط

علی الصبح نماز سے فارغ ہو کر حضرت جلد اپنے سفر پر روانہ ہونے لگے کہ ایک سوار کوفہ کی طرف سے وہاں پہنچا۔ لوگ اس کی جانب متوجہ ہوئے۔ اس نے آ کر حر کو سلام کیا اور امام کو سلام نہ کہا۔ حر سے کہنے لگا۔ یہ ابن زیاد کا خط ہے جس میں لکھا۔ "جونہی میرا یہ خط تجھے ملے اسے پڑھتے ہی تو حسینؑ پر سختی اختیار کر۔ میرا ایلچی تم سے اس وقت تک الگ نہ ہوگا جب تک تو میرے اس حکم پر عمل نہ کرے گا"۔ حر نے یہ خط امام حسین علیہ السلام کو پڑھ کر سنا دیا۔

سرزمین کربلا۔ وادی عشق

دو لشکر قبل ازیں سرزمین کربلا پہنچ چکے تھے۔ وہ بدھ کا روز تھا۔ اس مقام پر امام حسین علیہ السلام کے گھوڑے کے قدم رک گئے۔ امام گھوڑے سے اتر آئے اور دوسرا گھوڑا بدلا۔ وہ بھی ایک قدم نہ بڑھا۔ اسی طرح امام نے یکے بعد دیگرے سات گھوڑے بدلے لیکن کوئی گھوڑا وہاں سے ایک قدم آگے نہ بڑھا۔

جب حضرت نے یہ دیکھا تو لوگوں سے پوچھا۔ "اس جگہ کا نام کیا ہے؟"

لوگوں نے کہا۔ غاضریہ۔

فرمایا۔ "اس کے علاوہ بھی کوئی نام ہے؟"۔

کہا۔ نینوا بھی کہتے ہیں۔

فرمایا "کوئی اور نام؟"۔

کہا۔ "شاطی الصراط"۔

پھر فرمایا۔ "اس کے علاوہ بھی کسی اور نام سے پکارتے ہیں؟"۔

کہا۔ "اسے کربلا بھی کہتے ہیں"۔

آپ نے ایک سرد آہ کھینچی اور فرمایا۔ ''کرب وبلاء''۔

کہا۔ ''اسے کربلا بھی کہتے ہیں''۔

پھر فرمایا۔ ''بس یہیں پر اتر جاؤ۔ یہی ہماری خواب گاہ ہے۔ اسی جگہ ہمارا خون بہے گا اور یہیں پر حرم کی حرمت پائمال ہوگی۔ اس جگہ ہمارے مرد مارے جائیں گے اور بچے ذبح کیے جائیں گے۔ یہیں پر ہماری قبریں ہوں گی اور لوگ زیارت کو آئیں گے۔ نانا کی قبر نے مجھ سے یہی وعدہ لیا تھا اور اس کے خلاف کچھ نہیں ہوگا''۔

داخلہ کربلا کے بعد پہلی گھڑیاں

امامؑ نے گھوڑے سے اتر کر۔ اشعار پڑھے۔

''اے دُنیا تیری دوستی پر صد اافسوس! تیرا کیا اتار چڑھاؤ ہے۔ کتنے ہی طالبان حق مار دیئے جاتے ہیں لیکن زمانہ پھر بھی اپنے تغیر کو نہیں چھوڑتا۔ ہر زندہ (شخص) اپنے سفر پر رواں دواں ہے۔ کوچ کا وعدہ کتنا جلد آنے والا ہے۔ یہ تمام امور خدائے جلیل کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ میرا خدا ہر عیب سے پاک ہے اور بے مثل ہے''۔

امام سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ''حضرت نے یہ اشعار اتنی مرتبہ بار بار دہرائے کہ مجھے حفظ ہو گئے۔ جب احساس حقارت ونفرت سے میرا دل گھٹنے لگا تو میں خاموش ہو گیا۔ جب میری پھوپھی زینب علیہ السلام نے یہ اشعار سنے تو رونے لگیں اور نہایت غم تشریف لائیں اور عرض کرنے لگیں۔ ''اے میرے بھائی! اے میری آنکھوں کے نور! کاش مجھے موت آجائے۔ اے تمام ماسلف (انبیاء اور اوصیاء) کے جانشین! اور اے ہم زندہ بچنے والوں کی پناہ''۔

امام حسین علیہ السلام نے بہن کی طرف نظر کی اور فرمایا۔ ''اے میری ماں جائی! کہیں شیطان آپ سے صبر و بردباری نہ چھین لے۔ تمام زمین والوں کو موت آئے گی۔ آسمان والے باقی نہ رہیں گے۔ سوائے خداوند تعالیٰ کی ذات کے ہر شئے ہلاک ہو جائے گی۔ یہ خدا کا فیصلہ ہے۔ ہماری بازگشت اس کی طرف ہے۔

"خدا کی قسم میں سخت متحیر ہوں مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس وقت جو دو بڑے معاملے میرے درپیش ہیں۔ رے کی حکومت کو چھوڑ دوں حالانکہ وہ میری آرزو ہے۔ یا حسینؑ کو قتل کر کے اپنے آپ کو گناہوں میں ڈال دوں؟ حسینؑ میرا چچازاد ہے۔ اس کا قتل کرنا بہت بڑی مصیبت ہے۔ لیکن میں دل و جان سے رے کی حکومت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اگرچہ جن و انس میں سب سے زیادہ ظالم ہوں گا۔ لیکن خدائے عرش میری لغزش کو معاف کر دے گا۔ جان لو کہ دُنیا نقد سودا ہے اور کوئی عقل مند نقد کو چھوڑ کر ادھار قبول نہیں کرتا۔ کہتے ہیں کہ خدا نے بہشت دوزخ جہنم کے طوق و زنجیر خلق کئے ہیں۔ اگر یہ سچ ہے تو میں دو سال کے اندر خدا سے توبہ کرلوں گا اور اگر یہ سب جھوٹ ہے تو دُنیا میں بہت بڑی سلطنت کا مالک بن جاؤں گا جو ہمیشہ نئی نویلی دلہن کی طرح خوبصورت لگتی ہے"۔

اس وقت ہاتف کی یہ صدا فضا میں گونجی۔ "اے زنا زادے! تیری یہ کوشش بیکار ہوگی۔ تو دُنیا سے خالی ہاتھ جلد اس جہنم کی طرف جائے گا۔ جس کے شعلے کبھی سرد نہیں ہوتے۔ تیرا یہ کام دوسروں کے لیے ذلت کا باعث بنے گا۔ تو حسینؑ کو جن و انس میں سب سے بہترین جان کر بھی اس سے جنگ کرے گا۔ اے پست ترین آدمی! مت سوچ کہ تو قتل حسینؑ کے بعد ملک رے تک پہنچ جائے گا"۔

کربلا میں فوجیوں کی آمد

سب سے پہلا فوج کا دستہ جو کربلا میں امام حسین علیہ السلام کے ساتھ جنگ کے لیے پہنچا اس کا علمبردار عمر سعد تھا۔ چھ ہزار سوار اس دستہ میں شامل تھے۔ اس کے بعد ابن زیاد نے شیث بن ربعی کو چار ہزار سوار کا دستہ دے کر روانہ کیا۔ پھر عروہ بن قیس کو چار ہزار سوار دے کر بھیجا۔ پھر سنان بن انس کو چار ہزار سوار دے کر روانہ کیا۔ اسی طرح کوفہ سے اسی ہزار کی تعداد کربلا میں اکٹھی ہوگئی۔ جن میں ایک بھی فرد شام یا حجاز کا نہیں تھا۔

کربلا محرم ۶۱ ھجری

کفار کی فوج نے امام حسین علیہ السلام کے ہمراہیوں کے نزدیک

ڈیرے ڈال دیئے۔ عمر سعد نے کثیر بن شہاب کو بلوایا اور کہا۔ ''جاؤ امام حسینؑ سے پوچھو کہ آپ یہاں پر کیوں آئے ہیں اور ہمارے خلاف کیوں جنگ کا ارادہ ہے؟ ؟ کیثر نے امام حسینؑ کے خیمہ کے نزدیک آ کر بلند آواز سے کہا۔ ''اے حسینؑ! آپ کا یہاں آنے کا سبب کیا ہے اور کیوں ہمارے ساتھ جنگ کی تیاری ہے؟

امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے پوچھا۔ ''یہ کون شخص ہے؟''۔ ابو ثمامہ صیداوی نے عرض کی۔ ''یہ دُنیا کا بدترین مرد ہے''۔ فرمایا۔ ''اس سے پوچھو کیا چاہتا ہے؟''۔ اس نے جواب دیا۔ ''میں حسینؑ سے ملنا چاہتا ہوں''۔

زہیر ابن قیس نے کہا۔ ''اپنا اسلحہ زمین پر رکھ دے اور اندر آ جا''۔ اس نے جواب دیا۔ ''میں اسلحہ نہیں رکھتا''۔ زہیر نے کہا۔ ''جہاں سے آیا ہے واپس چلا جا''۔ وہ ابن سعد کے پاس چلا گیا اور تمام ماجرا کہہ سنایا۔ عمر سعد نے خزیمہ خاندان کے ایک دوسرے شخص کو بلوا کر کہا۔ ''تو حسین علیہ السلام کے پاس جا اور پوچھ کہ یہاں کیوں آئے ہو اور ہم سے جنگ کرنے کی کیا وجہ ہے؟''۔ اس نے بھی امام کے خیمہ کے سامنے آ کر بلند آواز میں عمر سعد کا پیغام دہرایا۔ امام حسین علیہ اسلام نے پوچھا۔ ''یہ کون شخص ہے؟''۔ عرض کی۔ ''یہ شخص بذات خود نیک آدمی ہے لیکن اس وقت عمر سعد کا پیغام لے کر آیا ہے''۔ فرمایا۔ ''پوچھو کیا چاہتا ہے؟''۔ جواب دیا۔ ''امام کے پاس آنا چاہتا ہے''۔ زہیر بولے۔ ''اسلحہ باہر رکھ کر اندر آ جا''۔ بولا۔ ''بہت خوب''۔ چنانچہ اسلحہ زمین پر رکھ کر اندر آیا۔ امام حسین علیہ السلام کو بوسہ دیا اور عرض کی۔ ''مولا! کیا وجہ ہے کہ آپ یہاں آئے ہیں اور ہمارے خلاف جنگ کا ارادہ ہے؟''۔ فرمایا۔ ''تم لوگوں کے خطوط''۔ وہ بولا۔ ''جن لوگوں نے آپ کو خط لکھے وہ سب اس وقت ابن زیاد کے خاص مصاحب بنے بیٹھے ہیں'' فرمایا۔ ''اپنے دوست کے پاس واپس جا کر بتلا دے''۔ وہ بولا۔ ''کون ہے جو بہشت کے اوپر کسی اور چیز کو ترجیح دے گا۔ خدا کی قسم میں آپ سے اس وقت تک جدا نہیں ہوں گا جب تک اپنی جان آپ پر قربان نہ کردوں''۔ حضرت نے فرمایا۔ ''تو نے اپنی جان ہمارے لیے پیش کی ہے۔ خدا تجھے اس کا

نسل انسانی کی آ گاہی کے لیے امام حسینؑ کے خطبے اور کلمات ہدایت

امام نے وہ رات گزاری۔ صبح ہوئی۔ باہر نکل کر دیکھا کہ چاروں طرف دُشمن کے لشکر کا ہجوم ہے۔ حضرت اپنی سواری پر بیٹھ کر نکلے اور آواز بلند لوگوں کو مخاطب کر کے کہا۔ "لوگو! خاموش ہو جاؤ"۔ لوگ خاموش ہو گئے۔ حضرت نے حمد باری تعالیٰ اور پیغمبرؐ پر درود بھیجنے کے بعد فرمایا۔

"اے لوگو! میرا حسب نسب بیان کرو کہ میں کون ہوں؟ پھر اپنے حسب نسب کا جائزہ لو اور بتاؤ کہ میرا قتل تمہارے لیے کہاں تک جائز ہے؟ جب کہ میں پیغمبر خداؐ اور ان کی دختر کا فرزند ہوں۔ میں خدا اور اس کے رسولؐ کے سب سے پہلے تصدیق کرنے والے کا بیٹا ہوں۔ کیا حضرت حمزہ سید الشہداء میرے والد کے چچا نہ تھے اور جعفر طیار جو اس وقت باغ جناں میں ہیں میرے چچا نہیں تھے؟ کیا میرے نانا کا یہ فرمان میرے اور میرے بھائی حسنؑ کے بارے میں تم تک نہیں پہنچا کہ یہ دونوں جوانان جنت کے سردار ہیں؟ اور ان کا یہ فرمان کہ میں تمہارے درمیان دو گراں بہا چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کتاب خدا اور میری عترت یعنی اہل بیت۔ آیا تم میرے اس کلام کی تصدیق کرتے ہو ورنہ جابر بن عبداللہ انصاریؓ۔ ابو سعید خدری، سھل بن سعد ساعدی۔ زید بن ارقم اور انس بن مالک سے پوچھ لو کہ انہوں نے میرے نانا سے یہ فرمان سنے ہیں یا نہیں؟

شمر بولا۔ "میں خدا کی محض ایک نسبت سے عبادت کرتا ہوں۔ آپ کیا بول رہے ہیں میں نہیں سمجھتا"۔ حبیب ابن مظاہر شمر کی یہ بکواس سن کر یوں گویا ہوئے۔ "میں تو دیکھ رہا ہوں کہ تو خدا کی عبادت ایک نسبت سے نہیں ستر نسبتوں سے کر رہا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو ایسا جانور ہے کہ جو تو بول رہا ہے اس کی تجھے بالکل سمجھ نہیں۔ خدا نے تیرے دل پر مہر لگا رکھی ہے"۔ اس کے بعد امام حسین علیہ السلام گویا ہوئے۔ "اے شیث بن ربعی! اے فلان اے فلان! کیا تم لوگوں نے مجھے ایسے خط نہیں لکھے کہ ہمارے پاس آؤ اور ہمارا نفع نقصان آپ کا نفع نقصان ہے"۔ ان سب نے یک زبان ہو کر کہا۔ ہم نے ایسا کوئی کام نہیں کیا۔

حضرت نے فرمایا۔ ''اچھا اب اگر مجھے پسند نہیں کرتے تو مجھے آزاد چھوڑ دو۔ تاکہ میں جہاں چاہوں چلا جاؤں''۔ قیس ابن اشعث بولا۔ ''ابن زیاد کا حکم مان لیں کیونکہ جو آپ کے دوست ہیں ان کو آپ جلد آزما لیں گے''۔ امام نے فرمایا۔ ''خدا کی قسم! میں ایسے ذلیل کمینوں کے ہاتھ پر اپنا دست بیعت نہیں رکھ سکتا، نہ ہی ایسے لوگوں سے کوئی عہد و پیمان باندھ سکتا ہوں''۔ اس کے بعد یہ آیت تلاوت کی۔ ''میں اپنے اور تمہارے خدا سے ہر اس متکبر کے لیے پناہ کا طلبگار ہوں جو روز قیامت پر ایمان نہیں رکھتا''۔ آپ گھوڑے سے اتر آئے اور عقبہ بن سمعان کو فرمایا۔ اسے باندھ دے۔

جناب زہیر بن قین کا خطاب

دُشمن کے سپاہی حضرت کی طرف بڑھے۔ زہیر بن قین نے آگے بڑھ کر بلند آواز سے کہا۔ ''اے لوگو! ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کو نصیحت کرنا فرض ہے۔ ہم اور آپ ایک دین پر قائم ہیں۔ خدا نے ہم سب کو خاندان پیغمبرؐ کے بارے میں ایک امتحان میں ڈالا ہے کہ وہ دیکھے ہم کیا کرتے ہیں۔ میں تم سب کو ان (امام حسینؑ) کی مدد کرنے اور ان کے دُشمنوں کو ذلیل و خوار کرنے کی دعوت دیتا ہوں''۔

جناب زہیر کی یہ گفتگو سن کر سب نے یک زبان ہو کر کہا۔ ''ہم اس وقت تک یہاں سے واپس نہیں جائیں گے جب تک تمہارے آقا اور ان کے ساتھیوں کو قتل نہ کر لیں یا ان سے یزید کی بیعت نہ لے لیں''۔ زہیر بولے۔ ''اے اللہ کے بندو! دُنیا میں ہر شے زوال پذیر ہے کہ وہ اپنے رہنے والوں میں کسی کو ایک حال میں نہیں رہنے دیتی۔ ہر وہ شخص جو اس کے دھوکے میں آ جائے اور اس پر یقین رکھے یقیناً نقصان اٹھائے گا۔ حسین علیہ السلام ابن ہمیہ (ابن زیاد لعین) سے زیادہ دوستی اور امداد کے مستحق ہیں۔ اگر ان کی مدد نہیں کرتے تو ان سے جنگ بھی نہ کرو اور انہیں اور یزید کو آزاد چھوڑ دو شاید یزید ان کے قتل کے بغیر سے اپنا معاملہ سیدھا کر لے''۔

حضرت نے فرمایا۔ ''اچھا اب اگر مجھے پسند نہیں کرتے تو مجھے آزاد چھوڑ دو۔ تاکہ میں جہاں چاہوں چلا جاؤں''۔ قیس ابن اشعث بولا۔ ''ابن زیاد کا حکم مان لیں کیونکہ جو آپ کے دوست ہیں ان کو آپ جلد آزمالیں گے''۔ امام نے فرمایا۔ ''خدا کی قسم! میں ایسے ذلیل کمینوں کے ہاتھ پر اپنا دست بیعت نہیں رکھ سکتا، نہ ہی ایسے لوگوں سے کوئی عہد و پیمان باندھ سکتا ہوں''۔ اس کے بعد یہ آیت تلاوت کی۔ ''میں اپنے اور تمہارے خدا سے ہر اس متکبر کے لیے پناہ کا طلبگار ہوں جو روز قیامت پر ایمان نہیں رکھتا''۔ آپ گھوڑے سے اتر آئے اور عقبہ بن سمعان کو فرمایا۔ اسے باندھ دے۔

جناب زہیر بن قین کا خطاب

دُشمن کے سپاہی حضرت کی طرف بڑھے۔ زہیرؑ بن قین نے آگے بڑھ کر بلند آواز سے کہا۔ ''اے لوگو! ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کو نصیحت کرنا فرض ہے۔ ہم اور آپ ایک دین پر قائم ہیں۔ خدا نے ہم سب کو خاندان پیغمبرؐ کے بارے میں ایک امتحان میں ڈالا ہے کہ وہ دیکھے ہم کیا کرتے ہیں۔ میں تم سب کو ان (امام حسینؑ) کی مدد کرنے اور ان کے دُشمنوں کو ذلیل و خوار کرنے کی دعوت دیتا ہوں''۔

جناب زہیر کی یہ گفتگو سن کر سب نے یک زبان ہو کر کہا۔ ''ہم اس وقت تک یہاں سے واپس نہیں جائیں گے جب تک تمہارے آقا اور ان کے ساتھیوں کو قتل نہ کرلیں یا ان سے یزید کی بیعت نہ لے لیں''۔ زہیر بولے۔ ''اے اللہ کے بندو! دُنیا میں ہر شے زوال پذیر ہے کہ وہ اپنے رہنے والوں میں کسی کو ایک حال میں نہیں رہنے دیتی۔ ہر وہ شخص جو اس کے دھوکے میں آجائے اور اس پر یقین رکھے یقیناً نقصان اٹھائے گا۔ حسین علیہ السلام ابن ہمیہ (ابن زیاد لعین) سے زیادہ دوستی اور امداد کے مستحق ہیں۔ اگر ان کی مدد نہیں کرتے تو ان سے جنگ بھی نہ کرو اور انہیں اور یزید کو آزاد چھوڑ دو شاید یزید ان کے قتل کے بغیر سے اپنا معاملہ سیدھا کرلے''۔

تھے) سر پر رکھا۔ اپنے والد کی تلوار (ذوالفقار) اور زرہ لی اور دُشمن کے لشکر کی جانب چلے اور انہیں یوں مخاطب کیا۔

"اے لوگو سنو! دُنیا فانی ہے۔ اپنے رہنے والوں کو ایک حالت سے دوسری حالت میں بدلتی رہتی ہے۔ لوگو! تم اسلامی شریعت کو جانتے ہو۔ قرآن پڑھتے ہو اور یہ بھی جانتے ہو کہ محمدؐ اللہ کے رسول اور امین ہیں۔ تم ان کے فرزند کو ظلم اور دُشمنی سے قتل کرنے کے درپے ہو۔ تم دیکھتے ہو کہ فرات موجیں مار رہا ہے۔ یہودی، عیسائی، جانور چرند، پرند سب ہی فرات سے اپنی پیاس بجھا رہے ہیں لیکن رسولؐ کا جگر گوشہ پیاس کی شدت سے ہلاک ہوا چاہتا ہے"۔

لعینوں نے جواب دیا۔ "اپنے کلام کو مختصر کرو۔ آپ کو اور آپ کے اصحاب کو پانی کا ایک قطرہ نہ ملے گا بلکہ شربت مرگ کو گھونٹ گھونٹ کر کے پیو"۔

یہ الفاظ سن کر حضرت اپنے اصحاب کے پاس واپس تشریف لائے اور فرمایا شیطان نے اس قوم پر پورا غلبہ کرلیا ہے اور ان کے دلوں سے خوف خدا محو کر دیا ہے۔ یہ شیطان کے ساتھی ہیں، یقیناً شیطان اور اس کے ساتھی خسارہ میں ہیں"۔

اس کے بعد یہ اشعار پڑھے۔

"اے شریر لوگو! تم نے میرے خلاف بغاوت کی ہے۔ کیا میرے جد رسولؐ اللہ نے ہمارے (اہل بیت) لیے تمہیں نصیحت نہ کی تھی؟ کیا میرے جد خدا کے برگزیدہ بندے نہ تھے؟ کیا میری والدہ گرامی جناب زہراؑ نہ تھیں؟ اور میرے والد علیؑ نہ تھے؟ اور میرے بھائی حسنؑ بہترین از خلائق نہ تھے؟ اے ملعونو! جس ظلم کا تم ارتکاب کر رہے ہو وہ تم سب کو جلد جہنم کے شعلوں میں ڈال دے گا"۔

عمر بن سعد سے آخر گفتگو

امام حسین علیہ السلام نے انس بن کاہلی شخص کو بلوایا اور فرمایا۔ "ان ملعونوں کے پاس جا کر کہو۔ "اگر تم مجھے واپس نہیں جانے دیتے تو میں قیامت کے دن تمہارے خلاف عذر کروں گا"۔

اسی دین کی اور اپنے اس آقا کی حمایت کرتا ہوں جو علی علیہ السلام کا فرزند ہے"۔
اس کے بعد حملہ کر کے اسی ناریوں کو جہنم رسید کیا اور پھر شہادت پائی۔
(اللہ کی ان پر رحمتیں ہوں)

امام حسینؑ کی بیکسی۔ استغاثہ امام هل من ناصر ینصرنا

امام علیہ السلام نے دائیں بائیں نظر دوڑائی، اپنے ساتھیوں کی لاشوں کے سوا کچھ نظر نہ آیا۔ یہ منظر دیکھ کر فرمایا۔ "کیا کوئی ہے جو اس وقت ہماری مدد کو آئے۔

کیا کوئی بہشت کا طلبگار نہیں جو ہماری حفاظت کرے۔ کیا کوئی عذاب خدا سے نہیں ڈرتا جو ہمارے اوپر رحم کرے۔ کوئی ایسا ہمدرد دوست نہیں جو اس مصیبت کو ہم سے دور کرے"۔ اس کے بعد یہ اشعار پڑھے۔
"میں بنی ہاشم میں علیؑ کا بیٹا ہوں۔ یہ اعزاز فقط اور فقط میرے لیے ہے کہ میں علیؑ و فاطمہؑ کا بیٹا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نواسہ ہوں۔ میرے چچا جعفر طیار بہشت میں ہیں۔ ہمارے وسیلے سے خداوند تعالیٰ نے ہدایت کو گمراہی سے الگ کیا۔ ہم زمین پر خدا کے انوار ہدایت ہیں جن سے زمین روشن ہے۔ ہم حوض کوثر کے مالک ہیں اور اپنے دوستوں کو اس سے سیراب کرتے ہیں۔ کسی کو اس سے انکار نہیں ہے۔ تمام مخلوق خدا میں ہمارے شیعہ ہی ہمارے طرفدار ہیں۔ ہمارے دشمن قیامت کے روز خسارے میں ہوں گے۔ اس کے لیے بہترین صلہ ہے جو بعد شہادت ہماری زیارت کو آئے گا۔ وہ صلہ بہشت عدن سے کم نہیں"۔

حر بن یزید ریاحی

امام حسین علیہ السلام کے اس کلام نے حر کو اتنا متاثر کیا کہ وہ اپنے بھائی فرۃ سے کہنے لگا۔ "حسین علیہ السلام کو دیکھتے ہو کس طرح مدد کے لیے پکار رہے ہیں۔ کوئی شخص اگر پناہ مانگے تو اسے پناہ دینی چاہیے۔ ان کے بیٹے بھائی اور ساتھی شہید ہو چکے ہیں۔ وہ خود تیروں اور تلواروں کے درمیان کھڑے ہیں۔ کیا تم

میرے ہمراہ ان کے پاس جانے کو تیار ہو؟ تا کہ ان کی حفاظت کریں۔ کیونکہ یہ دُنیا فانی ہے اور اس کے رہنے والے بھی یہاں ہمیشہ رہنے والے نہیں ہیں۔ شاید ہم بھی شہادت کی سعادت پا سکیں" بھائی نے کہا۔ "مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے"۔

حر یہ سن کر اپنے پاس آئے اور کہا۔ "بیٹا! مجھ میں خدا کے عذاب اور جہنم کی آگ کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ کل احمد مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہم اپنا مخالف بنا لیں گے۔ کیا تم حسین علیہ السلام کو نہیں دیکھتے۔ کیسے مدد کے لیے فریاد کر رہے ہیں اور کوئی ان کی فریاد نہیں سن رہا۔ بیٹا! آؤ ان کی طرف چلیں۔ ان کی مخالفت کے لیے دُشمن سے لڑیں۔ شاید اس عمل سے ہمیں شہادت کی سعادت نصیب ہو جائے" بیٹے نے کہا "بہ دل و جان چلے"۔

(ابن زیاد کی گرفت سے بچنے کے لیے) دونوں ظاہراً امام حسین علیہ السلام کے لشکر کی طرف اس انداز سے نکلے جیسے حملے کا ارادہ ہو۔ بعد میں حر گھوڑے سے اتر آئے اور امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ کر سر کو جھکا لیا۔ امام حسین علیہ السلام کے ہاتھ پاؤں کے بوسے لیتے تھے اور روتے تھے۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔

"اے حر! اپنا سر اٹھاؤ"۔ حر نے امام کو دیکھا اور عرض کیا۔ "مولا! میں ہی تھا جس نے آپ کو واپس جانے سے منع کیا۔ مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ یہ بدترین قوم آپ سے ایسے پیش آئے گی۔ اب میں اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہوں۔ مولا! میں آپ پر اپنی جان قربان کرتا ہوں۔ مولا! میرے گناہوں کے مقابلے میں یہ قربانی نہایت حقیر ہے۔ اب مجھے جنگ کی اجازت دیجئے۔ مولا! کیا میری یہ توبہ قبول ہو سکتی ہے؟"۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ "اگر تو اپنے کیے پر پشیمان ہے تو خداوند تعالیٰ ارحم الرحمین ہے۔ تیری توبہ قبول کرے گا اور تیری مغفرت کرے گا"۔

حر کے بیٹے کی شہادت

حضرت حر اپنے بیٹے کو لے کر میدان میں آئے اور بیٹے سے کہا۔ "بیٹا!

سے خون صاف کیا اور فرمایا۔ ''خدا کی قسم! تیری ماں نے تیرا نام حر رکھنے میں کوئی غلطی نہیں کی۔ تو دُنیا میں آزاد اور آخرت میں سعادت مند ہے''۔ پھر حر کی بخشش کے لیے یہ دُعا مانگی۔

''حر بن ریاح کیسا آزاد مرد تھا۔ مرحبا اے حر! تو نیزوں کے باہم مل کر چلنے کے وقت سینہ سپر ہو گیا۔ اسی طرح بہادر اپنے سینوں پر تلواریں لیتے ہیں۔ آفریں اے حر! کہ تو نے مجھ (حسینؑ) کی نصرت اس وقت کی اور اپنی جان قربان کی جس وقت میں نے مدد کے لیے پکارا تھا۔ وہ شخص ہدایت یافتہ اور مغفرت یافتہ ہے جس نے میری نصرت کی''۔

اہل بیت کی جنگ

امام حسین علیہ السلام نے دائیں بائیں نظر کی جب کوئی یار و مددگار نظر نہ آیا تو فرمانے لگے''۔ "**واغربتاه واعطشاه**"۔ کوئی ہے جو ہماری مدد کرے! کوئی ہے جو ہمیں پناہ دے! کوئی ہے جو حرم رسولؐ کی حفاظت کرے!''۔

یہ صدائیں سن کر دو ماہ پارے خیموں سے برآمد ہوئے۔ یہ دونوں امام حسن علیہ السلام کے فرزند جناب احمد و جناب قاسم تھے۔ دونوں نے چچا کے پاس آ کر عرض کیا۔ لبیک! لبیک! (ہم حاضر ہیں! ہم حاضر ہیں!) ہمارے آقا ہم آپ کے فرمان بردار و مطیع ہیں۔ خدا کا آپ پر درود و سلام ہو''۔ امام علیہ السلام نے دونوں بھتیجوں سے فرمایا۔ ''بیٹا میدان میں جاؤ اور اپنے جد کے خاندان کی حفاظت میں ایسی جنگ کرو کہ زمانہ تمہاری مثال نہ پیش کر سکے۔ خدا تمہاری مدد کرے''۔

حضرت قاسم بن امام حسنؑ

حضرت قاسم میدان میں آئے۔ آپ کی عمر چودہ سال تھی۔ دُشمن کی فوج پر ایسا شاید حملہ کیا ستر ناریوں کو ہلاک کیا۔ اس دوران ایک ملعون نے چھپ کر ان پر ایسا وار کیا کہ سر شگافتہ ہو گیا۔ شدت زخم کی وجہ سے گھوڑے سے زمین پر منہ کے بل آئے اور چچا کو آوازی دی۔ ''چچا جان میری مدد کو آیئے''۔ امام نہایت تیزی

سے وہاں پہنچے۔ دُشمنوں کو وہاں سے بھگایا۔۔ جناب قاسم زخموں سے چور زمین پر پاؤں مار رہے تھے۔ اسی حالت میں روح قبض عنصری سے پرواز کر گئی۔ امام حسین علیہ السلام نے لاش کو گھوڑے پر رکھا اور فرمانے لگے۔ ''خداوند! تو بہتر جانتا ہے کہ ان (دُشمنوں) نے ہمیں دعوت دے کر بلایا۔ اس کے بعد ہمارے خلاف محاذ بنا کر سب اکٹھے ہو گئے۔ خدایا! تو ان پر آسمان سے پانی نہ برسا اور انہیں اپنی رحمت سے محروم کر دے۔ خدایا! ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دے۔ انہیں مختلف گروہوں میں تقسیم کر دے اور ان کے حاکموں کو ان سے راضی نہ رکھ۔ خداوند! اگر دُنیا میں فتح ہمارے نصیب میں نہیں تو آخرت میں اسے ہماری کامیابی قرار دے اور اس ظالم قوم سے ہمارا انتقام لے''۔

پھر جناب قاسم کو دیکھ کر رونے لگے اور فرمایا۔ ''خدا کی قسم! تیرے چچا پر یہ امر انتہائی گراں ہے کہ تو مدد کے لیے پکارے اور تیرے چچا جواب نہ دے سکے (تیری مدد نہ کر سکے) بیٹا آج کے دن تیرے چچا کے مددگار کم ہیں اور ظلم کرنے والے بہت ہیں۔'' اس کے بعد جناب قاسم کی لاش کو لا کر اہل بیت کے دوسرے جوانوں کی لاشوں کے ساتھ رکھ دیا

حضرت احمد بن امام حسنؑ

جناب قاسم کے بعد ان کے بھائی احمد بن کی عمر سولہ سال تھی میدان میں آئے اور اسی سواروں کو ہلاک کیا۔ اس کے بعد اس حال میں چچا کے پاس آئے کہ دونوں آنکھیں پیاس کی شدت سے اندر دھنس گئی تھیں۔ کہا۔ ''چچا جان! کیا پانی کا ایک گھونٹ مل سکتا ہے؟ کہ پی کر خدا اور رسولؐ کے دُشمنوں سے لڑنے کی کچھ طاقت آ جائے؟'' ۔ امامؑ نے فرمایا ''بیٹا تھوڑا اور صبر کرو۔ نانا تمہیں ایسا سیراب کریں گے کہ کبھی پیاس محسوس نہ ہوگی''۔

چنانچہ احمد دوبارہ میدان میں آئے اور یہ رجز پڑھا۔ ''میں اتنا اور صبر کروں گا کہ مجھے موت آ جائے۔ میری روح و بدن جہاد کے لیے تیار ہیں۔ میں موت سے نہیں ڈرتا بلکہ موت کو ڈراؤں گا مجھے جنگ میں کوئی خوف و خطر نہیں